سوال

قت کا (63) عمل

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سماج میں برائیوں کی روک تھام کے لیے قوت وطاقت کا استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں فرمایا گیا ہے :

منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ، وذلک أضعف الإیمان" (مسلم)

سے جو کوئی بھی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ بہ زور طاقت اس کی روک تھام کرے۔ جو ایسا نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ اپنی زبان سے روک تھام کرے اور جو ایسا بھی کرنے پر قادر نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

کی بنیاد پر بعض جذباتی قسم کے دین دار حضرات سماجی برائیوں کی روک تھام کے لیے قوت وطاقت کے استعمال پر اصرار کرتے ہیں خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں اور اگر حکومت چند خرابیوں میں ملوث ہے برائیوں کی ترویج کر رہی ہے تو یہ لوگ حکومت کے خلاف تخریبی کارروائیوں پر اتر آتے ہیں اور اس راہ

اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امید ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تشفی بخش جواب دیں گے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

م السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

ئبہ بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا جسے شریعت کی اصطلاح میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کہتے ہیں دین کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ یہ وہ فریضہ اور وصف ہے جس کی وجہ سے اس امت کو بہترین امت کا خطاب دیا گیا ہے :

كُنتُم خَيرَ أُمَّةٍ أُخرِجَت لِلنّاسِ تَأمُرونَ بِالمَعروفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَتُؤمِنونَ بِاللَّهِ... ١١٠... سورة آل عمران

بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کیے گئے ہو تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

ی اُمت نے اس فریضہ سے غفلت برتی وہ امت اللہ کے نزدیک ملعون قرار پائی :

لُعِنَ الَّذينَ كَفَروا مِن بَنى إِسرٰءيلَ عَلىٰ لِسانِ داوۥدَ وَعيسَى ابنِ مَريَمَ ذٰلِكَ بِما عَصَوا وَكانوا يَعتَدونَ ٧٨ كانوا لا يَتَناهَونَ عَن مُنكَرٍ فَعَلوهُ لَبِئسَ ما كانوا يَفعَلونَ ٧٩... سورة المائدة

ل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی کیوں کہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ برا طرز عمل جو انھوں نے اختیار کیا۔''

ی مسلم وہ نہیں ہے جو صرف اپنی اصلاح کر کے مطمئن ہو جائے اور مگن رہے معاشرہ میں برائیوں اور گم راہیوں کو پھلتا پھولتا دیکھے اور اسے تکلیف نہ ہو۔ اسے یہ فکر دامن گیر نہ ہو کہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کے لیے مسلسل جدوجہد ہونی چاہیے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جسے اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے اردً

وَالعَصرِ ١ إِنَّ الإِنسٰنَ لَفى خُسرٍ ٢ إِلَّا الَّذينَ ءامَنوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَواصَوا بِالحَقِّ وَتَواصَوا بِالصَّبرِ ٣... سورة العصر

نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''

لحق "کی تشریح یہ ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو حق اور اچھی باتوں کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے اپنے سوال میں جس صحیح حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مومن وہی شخص ہو سکتا ہے جو حق اور نیک باتوں کی تلقین کرتا رہے اور جو باتیں باطل ہیں اور سماج کو نقصان پہنچا رہی ہیں ان کی

تاہم اس فریضہ کی ادائی کے سلسلے میں چند باتوں اور شرطوں کی رعایت نہایت ضروری ہے۔ مذکورہ حدیث کے الفاظ خود ہی ان شرطوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

گیا(1)۔

اس بنا پر وہ بُرائیاں جنھیں ہمارا ذہن برائی تصور کرتا ہو لیکن قرآن وحدیث میں انھیں گناہ نہیں قرار دیا گیا ہے منکر کے دائرے میں نہیں آئیں گی۔ کیوں کہ جب تک اللہ اور اس کا رسول کسی برائی کو منکر نہیں کہتا اسے ہمارے منکر سمجھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا

اسی طرح وہ گناہ صغیرہ کہلاتے ہیں منکر میں شمار نہیں ہوں گے کیوں کہ اس طرح کے گناہ خود بہ خود معاف ہوتے رہتے ہیں اللہ فرماتا ہے۔

إِن تَجتَنِبوا كَبائِرَ ما تُنهَونَ عَنهُ نُكَفِّر عَنكُم سَيِّـٔاتِكُم وَنُدخِلكُم مُدخَلًا كَريمًا ٣١... سورة النساء

ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمھیں منع کیا جا رہا ہے۔ تو تمھاری چھوٹی چھوٹی برائیوں کو ہم معاف کرتے رہیں گے۔ اور تم کو عزت کی جگہ داخل کریں گے۔''

اسی طرح بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں علماء کے درمیان اختلاف ہوتا ہے۔ بعض انھیں گناہ قرار دیتے ہیں اور بعض انھیں جائز اور مباح تصور کرتے ہیں مثلاً سگریٹ کا استعمال کرنا یا موسیقی کے ساتھ گانا سننا وغیرہ اس طرح کے اختلافی مسائل بھی منکر کے دائرے میں نہیں آتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ بع

غرض کہ اس طرح کے اختلافی مسائل میں سخت گیر موقف اپنانا یا چھوٹے چھوٹے گناہوں کی روک تھام کے لیے طاقت کا استعمال کرنا کسی طرح مناسب اقدام نہیں ہے۔

(2) دوسری شرط یہ ہے کہ جس منکر کی روک تھام مقصود ہو معاشرہ میں علانیہ طور پر اور کھلم کھلا اس کا ارتکاب ہو رہا ہو کیوں کہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ "من رای "جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ منکر لوگوں کی نظر میں آجائے۔ اگر کوئی شخص چوری چھپے یا اپنے گھر میں بیٹھ کر کسی منکر کا ارتکاب کر رہا ہے تو اسے بذور

تی مُعافی إلا المجاہرین"

ت کا ہر شخص قابلِ معافی ہے سوائے ان لوگوں کے جو کھلم کھلا بُرائیاں کرتے ہیں۔ ''

کے زمانہ خلافت میں کوئی شخص چوری چھپے اپنے گھر کے اندر کسی بُرائی میں ملوث تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے برائی سے روکنے کے لیے چپکے سے اس کے گھر کے پچھواڑے سے اندر آگھسے اور رنگے ہاتھوں اسے پکڑلیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے تو بُرائی کر کے

3۔ تیسری شرط یہ ہے کہ بُرائیوں کو بزور طاقت روکنے والے کے پاس ان کی روک تھام کے لیے خاطر خواہ استطاعت اور مادی و معنوی وسائل مہیا ہوں اسی لیے مذکورہ حدیث میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جو شخص اس طرح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے طاقت کے بجائے صرف زبان کا استعمال کرنا چاہیے۔ ا

مناسب یہ ہوگا کہ ہر شخص اپنے ہی اثرورسوخ والے علاقہ میں رہ کر برائیوں کی روک تھام کی کوشش کرے۔ مثلاً شوہر اپنے گھر والوں کے درمیان رونما ہونے والی خرابیوں اور برائیوں پر نظر رکھے اور انھیں دور کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح حاکم وقت اپنے ملک کے حدود میں رہتے ہوئے برائیوں کی

ز 4:

لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِشِرْكٍ.... لَبَنَيْتُهَا عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ"

ی قوم شرک کے زمانے سے بہت قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کرتا۔ ''

یعنی تمہاری قوم ابھی ابھی شرک سے نکلی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کی تو تمہاری قوم ضد میں آکر دوبارہ شرک میں واپس چلی جائے گی۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں ایسا ضرور کرتا۔

ذہنوں میں ایک اہم سوال یہ ابھرتا ہے کہ اگر برائیاں حکومت کی طرف سے پھیلائی جارہی ہوں تو کیا عوام حکومت کو ان برائیوں سے باز رکھنے کے لیے طاقت کا استعمال کرسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے غیر منظم اور جذباتی انداز میں قوت کا استعمال خطرناک نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ اس طرح کے اقدام سے پہلے ضروری ہے کہ عوام کے پاس حکومت پر اثرانداز ہونے کے لیے مناسب وسائل مہیا ہوں۔ دورِ جدید میں یہ مناسب وسائل حسب ذیل ہوسکتے ہیں۔

1۔ عوامی طاقت ہو، کسی بھی جمہوری ملک میں عوام کی آواز سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں ہوسکتی۔

2۔ ملک کے پارلیمنٹ میں عوام کا اپنا اثرورسوخ پیدا کرنا، کیونکہ پارلیمنٹ ہی سب سے موثر ادارہ ہے جسے قوانین بنانے، انھیں نافذ کرنے یا انھیں ختم کرنے کے اختیارات ہوتے ہیں۔

3۔ ملک کی فوج میں عوام کا اپنا اثرورسوخ بنانا کیونکہ حکومت کے لیے فوج کے مطالبات کو ٹھکرانا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ اگر فوج چاہے تو حکومت کو اس کے غلط اقدامات سے روک سکتی ہے۔

آخر میں ان لوگوں سے کچھ کہنا چاہوں گا جو معاشرہ میں برائیوں کے خاتمہ کا نیک ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے لیے کچھ عملی اقدامات کرنا چاہتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ صدیوں سے ہماری قوم جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہے، جس کی وجہ سے اس قوم میں بُرائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ اس لیے جب تک بنیادی اور اصل برائیاں نہیں دور کی جائیں گی اس وقت تک خاطر خواہ نتائج سامنے آنے کا امکانات بہت کم ہیں۔ جن برائیوں کو بنیادی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ قوم کی جہالت دور کی جائے۔ ان میں دینی و دنیاوی تعلیم عام کی جائے۔ انھیں صحیح دین سے واقف کرایا جائے اور ان میں اعلیٰ کردار پیدا کیا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو چھوٹی چھوٹی اور غیر بنیادی خرابیاں خود بہ خود زائل ہوجائیں گی۔

سری بات یہ ہے کہ بُرائیوں کے ازالے کے لیے حکمت و دانائی کا استعمال بہت ضروری ہے۔ آج ہماری دعوتی سرگرمیوں کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم حکمت و دانائی کا راستہ اختیار کرنے اور نتائج پر نظر رکھنے کے بجائے محض جذباتی انداز میں دعوت کا کام کرتے ہیں۔ جہاں نرمی اختیار کرنی چاہیے و

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ... ١٢٥... سورة النحل

ستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بہت اچھے طریقے سے مباحثہ کیا کرو۔ ''

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے ظالم و جابر حکمراں کے پاس بھیجا تو انھیں بھی نرمی اختیار کرنے کی ہدایت کی۔

اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ٤٣ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ٤٤... سورة طه

فرعون کے پاس جاؤ۔ اس نے سرکشی کی ہے۔ پس تم دونوں اس سے نرم باتیں کہو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرلے یا اس کے اندر ڈر پیدا ہوجائے۔ ''

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

سیاسی مسائل، جلد: 2، صفحہ: 317

محدث فتویٰ